Majallah-yi Talim o Tahqiq
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مجلہ تعلیم و تحقیق
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 1, Vol ,8 , January–March ,2026

شمارہ۱، جلد۸، جنوری–مارچ، ۲۰۲۶

# الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور میں مباحثِ سیرت کا تجزیاتی مطالعہ عہدِ مکی کے تناظر میں

ندیم احمد قاسمی[1]
ڈاکٹر محمد شاہ فیصل[2]

## ABSTRACT

This research work provides a comprehensive analytical study of the "Sirah" (prophetic biography) narratives as documented in Imam Jalaluddin al-Suyuti's renowned exegesis, Tafsir al-Durr al-Manthur fi al-Tafsir bi al-Ma'thur. The study primarily focuses on the methodological approach of Imam al-Suyuti in compiling Hadith-based reports related to the life, character, and military expeditions (Maghazi) of Prophet Muhammad (PBUH) within his Tafsir. By adopting a critical and descriptive methodology, the research evaluates the authenticity and relevance of the reports cited under various Quranic verses pertaining to the Prophetic era. Key areas of investigation include the causes of revelation (Asbab al-Nuzul) related to major battles like Badr and Uhud, as well as the personal life and social reforms introduced by the Prophet (PBUH) as reflected in the Ma'thur (transmitted) traditions. The research highlights Imam al-Suyuti's unique contribution to Sirah literature through the lens of traditional exegesis and examines how these narratives contribute to a deeper understanding of the Quranic text. The study concludes that Tafsir al-Durr al-Manthur serves as a vital historical and theological repository for Sirah studies, providing a distinct perspective that bridges the gap between Hadith sciences and Quranic interpretation.

**Keywords:** Imam Jalaluddin al-Suyuti, Tafsir al-Durr al-Manthur, Sirah Studies, Maghazi, Asbab al-Nuzul, Ma'thur Traditions, Prophetic Biography.

[1]۔پی ایچ ڈی سکالر، الحمد یونیورسٹی اسلام آباد
[2] ۔اسسٹنٹ پروفیسر، الحمد یونیورسٹی اسلام آباد

## موضوع تحقیق کا تعارف

علومِ اسلامیہ میں سیرتِ نبوی ﷺ کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس، اخلاقِ حسنہ، دعوتی مراحل اور عملی اسوہ کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مفسرین نے ہر دور میں انہی قرآنی مضامین کی روشنی میں سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے۔ اگرچہ سیرت نگاروں نے مستقل کتبِ سیرت و مغازی تصنیف کی ہیں، تاہم تفاسیرِ قرآن میں سیرت سے متعلق نہایت اہم اور مستند مواد منتشر صورت میں موجود ہے، جسے منظم اور تحقیقی انداز میں سامنے لانا ضروری ہے۔

اس ضمن میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ[3] کی تفسیر **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور** کو خاص امتیاز حاصل ہے، کیونکہ اس میں انہوں نے بغیر ذاتی آراء و تاویلات کے صرف ماثور روایات (احادیث، آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ) کو جمع کیا ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل اس تفسیر میں دس ہزار سے زائد روایات شامل ہیں، جو اسے سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعہ کے لیے ایک اہم اور جامع ماخذ بناتی ہیں، اگرچہ اس میں صحیح و غیر صحیح روایات دونوں موجود ہیں۔

لہٰذا اس تفسیر میں موجود مباحثِ سیرت کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ عصرِ حاضر کی ایک اہم علمی ضرورت ہے، تاکہ سیرتِ نبوی ﷺ کے مستند، مربوط اور تحقیقی خد و خال کو واضح کر کے علمی دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

### علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا منہج تفسیر اور اسلوبِ سیرت

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م 911ھ) نے اپنی تفسیر **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور** میں خالصتاً تفسیر بالماثور کے منہج کو اختیار کیا، جس کا مقصد قرآنِ کریم کی تعبیر کو قرآن، حدیث، آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعینؒ تک محدود رکھنا تھا۔ ان کے دور میں تفسیر بالرائی کا رجحان غالب ہو رہا تھا، اس لیے انہوں نے روایت پر مبنی منہج کے احیاء کے لیے یہ جامع تفسیر مرتب کی۔

سیوطیؒ کے نزدیک بہترین تفسیر وہ ہے جو پہلے قرآن سے، پھر سنت سے، اور پھر صحابہ و تابعین کے اقوال سے کی جائے۔ اسی اصول کو انہوں نے عملی طور پر الدر المنثور میں نافذ کیا۔ انہوں نے سابقہ تفاسیر (طبریؒ، ابن کثیرؒ، ابن ابی حاتمؒ وغیرہ) سے روایات کو جمع کر کے ایک منظم اور مختصر صورت میں پیش کیا، جہاں اسناد کو حذف کر کے اصل مصادر (مخرج) کا حوالہ دیا گیا، تاکہ اختصار، سہولت اور تحقیقی رسائی برقرار رہے۔

---

[3] علامہ جلال الدین سیوطیؒ (849ھ-911ھ) نویں صدی ہجری کے ایک عظیم مصری عالم، مفسر اور محدث تھے جنہوں نے محض آٹھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور حصولِ علم کے لیے شام، حجاز اور یمن جیسے دور دراز ممالک کے سفر کیے۔ آپ کی علمی شخصیت نہایت ہمہ جہت تھی اور آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ جیسے متنوع علوم میں تقریباً 600 کے قریب مستند کتب تصنیف کیں جو آج بھی علمی دنیا میں سند مانی جاتی ہیں۔ آپ کو دو لاکھ احادیث حفظ تھیں اور آپ کی سب سے نمایاں خدمت "الدر المنثور" ہے۔ جو روایات اور آثارِ سلف پر مبنی ایک ایسی جامع تفسیر ہے جس میں ذاتی رائے کے بجائے صرف مستند احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ کا علمی منہج خالصتاً نقلی دلائل اور "تفسیر بالماثور" پر مبنی تھا تاکہ قرآن و سنت کے باہمی ربط کو فلسفیانہ موشگافیوں سے پاک رکھ کر محفوظ کیا جا سکے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گوشہ نشینی اور عبادت میں گزارے اور 1505ء میں آپ کی وفات کے وقت آپ کی شہرت مشرق سے مغرب تک پھیل چکی تھی۔ آپ کی کتب نہ صرف مفسرین کے لیے بنیادی مواد فراہم کرتی ہیں بلکہ سیرتِ نبویؐ کے قرآنی پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے بھی ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہیں۔

**اسلوبِ سیرت** کے اعتبار سے سیوطیؒ کا انداز محدثانہ ہے۔ انہوں نے سیرتِ نبوی ﷺ کو محض تاریخی بیان کے طور پر نہیں بلکہ قرآنی آیات کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا۔ سیرت کے مختلف مراحل (بعثت، ہجرت، غزوات وغیرہ) کو متعلقہ آیات کے تحت روایات کی صورت میں جمع کیا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیرت کا اصل سرچشمہ قرآن و سنت ہیں۔ بالخصوص آیاتِ غزوات کے تحت انہوں نے اتنا وافر مواد جمع کیا ہے کہ وہ مستقل سیرت کی بنیاد بن سکتا ہے۔

مزید برآں، سیوطیؒ کا مقصد قرآن و سنت کے باہمی ربط کو برقرار رکھنا اور تفسیری عمل کو غیر ضروری عقلی و فلسفیانہ تاویلات سے محفوظ رکھنا تھا۔ انہوں نے حدیث کی معتبر کتب (صحاح، سنن، مسانید) سے روایات نقل کر کے انہیں تفسیری ترتیب میں پیش کیا، جو ان کی علمی امانت داری اور حدیثی بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔

مختصراً، **الدر المنثور** ایک ایسی جامع تفسیر ہے جو روایت پر مبنی منہج کو منظم، مختصر اور تحقیقی انداز میں پیش کرتی ہے، اور سیرتِ نبوی ﷺ کو قرآنی تناظر میں سمجھنے کے لیے ایک مستند بنیاد فراہم کرتی ہے۔

## در منثور میں مکی سورتوں کی روشنی میں مباحث سیرت

### رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی کا ابتدائی دور

علامہ جلال الدین سیوطی نے رسول اللہ ﷺ مکی دور کو جہاں قرآن کریم نے بیان کیا ہے ان آیات مبارکہ کے تحت احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ و تابعین کو جمع کر کے آپ ﷺ کی سیرت کو اپنی مشہور تفسیر الدر المنثور میں محفوظ کیا ہے۔[4] آپ ﷺ کی مکی دور زندگی کو مفسرین نے کئے ادوار میں تقسیم کیا ہے۔[5] ان ادوار میں قرآن کریم کی مختلف آیات و سورتیں نازل ہوئی جن میں آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے حالات واقعات اور لمحات کو بیان کیا گیا ہے۔

یہاں مختصرا چند مثالیں الدر لمنثور سے بیان کی جاتی ہیں:

### رسول اللہ ﷺ کی آمد کی پیشن گوئیاں

آپ ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل جو گواہیاں قرآن کریم میں سابقہ انبیاء کرام اور سابقہ ادیان کے آسمانی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں موجود ہیں جو سیرت النبی کا ایک اہم باب ہے علامہ سیوطی نے ان آیات کے تحت بہت سارے روایات جمع کی ہیں۔ لھذا آپ ﷺ کی مکی دور کے بارے تفصیلات بیان کرنے سے قبل ان بشارتوں اور پیشن گوئیاں کو پہلے بیان کرتے ہیں۔

---

[4] ۔ سیوطی، **الدر المنثور**، ج 1، ص 2۔ (یہاں امام سیوطی نے اپنے مقدمے میں اس تفسیر کے طریقہ کار اور آثار کو جمع کیا ہے)۔

[5] ۔ قرطبی، **الجامع لأحکام القرآن**، ج 1، ص 60-65۔ (امام قرطبی نے مقدمے میں مکی و مدنی سورتوں کی خصوصیات اور ان کے پسِ منظر پر تفصیلی بحث کی ہے)۔

### ابراہیم علیہ السلام کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دعااور پیشین گوئی کی تھی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔علامہ سیوطیؒ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ کے تفسیر میں بہت سارے روایات اور اقوال جمع کی ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے۔

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "[6]

"اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے۔انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔یقیناً تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔"

علامہ سیوطی نے اس آیت کے تحت ابن عباس کی ایک روایت کو نقل کیا ہے۔

"عن ابن عباس:...قَالَ اللَّهُ قَدْ اسْتَجَبْتُ لِدَعَائِكُمَا وَأَرْسَلْتُ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ" [7]

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں (جب حضرت ابراہیم واسماعیل علیہاالسلام نے بیت اللہ تعمیر کیا اور دعا کی) "تو اللہ نے فرمایا میں نے تمہاری دعا قبول کی اور تمہاری قوم سے ہی ایک رسول بھیج دیا۔"

یہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی دعا تھی جو مکہ میں کعبہ کی تعمیر کے وقت انہوں نے مانگی ہے۔ان کی اس دعا کی قبولیت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں ہوئی جو بنی اسماعیل سے تھے اور مکہ ہی میں پیدا ہوئے۔

"هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُواعَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦوَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ " [8]

"وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے۔ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔"

علامہ سیوطیؒ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت دراصل سورۃ البقرہ کی دعا کی تکمیل اور عملی ظہور ہے۔(یعنی دعوتِ نبوت کی تکرار ہے جو دعائے حضرت ابراہیم میں مذکور تھی۔[9]

### علامہ سیوطی کی نقل کردہ روایات

ان آیات کے تحت علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر میں کئی روایات نقل کی ہیں۔ جن میں سے ایک مشہور روایت حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو دعا ابرہیمیؑ کے بارے میں وضاحت پیش کرتی ہے:

---

[6] سورۃ البقرہ ۲۔۱۲۹

[7] جلال الدین سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، بیروت: دار الفکر، 1993، ج 1، ص 231

[8] سورۃ الجمعہ: 62:2

[9] جلال الدین سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، بیروت: دار الفکر، 1993، ج 6، ص 218

۱۔"عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ، وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِ ذَلِكَ، دَعْوَةِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةِ عِيسَى قَوْمَهُ، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ وَكَذَلِكَ تَرَى أُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ "[10]

"مسند احمد میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا" بے شک میں اللہ کے نزدیک 'ام الکتاب' (لوح محفوظ) میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔ جبکہ آدم ابھی اپنی مٹی میں تھے (یعنی ابھی ان کی تخلیق مکمل نہیں ہوئی تھی) اور میں تمہیں اس (میری نبوت کی ابتداء) کے بارے میں سب سے پہلی چیز بتاؤں وہ میرے والد ابراہیم کی دعا ہے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہے، اور وہ خواب ہے جو میری والدہ نے دیکھا اور اسی طرح تمام انبیاء کی مائیں بھی خواب دیکھتی رہی ہیں (یعنی میری پیدائش سے متعلق)"

علامہ سیوطی نے تفسیر طبری کے حوالے سے سدی[11] (امام طبری اپنی سند کے ساتھ تابعی اسماعیل بن عبد الرحمن السدی رحمہ اللہ) کا قول نقل کرتے ہیں:

"أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ عَنِ السُّدِّيِّ فِي قَوْلِهِ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ قَالَ هَذَ محمد صلى الله عليه وسلم "[12]

ابن جریر (طبری) نے سدی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اے ہمارے رب اور ان میں ایک رسول بھیج دے جو انہی میں سے ہو کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا" یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔

## امام طبری کا تفسیری نقطہ نظر

۱۔علامہ سیوطی نے اس ایت کی تفسیر میں امام طبری کی خود اپنی واضاحت بھی نقل کی ہے کہ انبیاء کرام اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ دعا بنی اسماعیل میں مبعوث ہونے والے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی۔امام طبری اس آیت کے ہر حصے کی وضاحت میں جو بات نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے: کہ

"رَسُولًا مِّنْهُمْ "سے مراد قریش میں سے ہونا ہے۔"يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ "سے مراد قرآن کی آیات پڑھنا اور انہیں سمجھانا ہے۔

"وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ میں""الکتاب"سے مراد قرآن اور"الحکمۃ"سے مراد سنت یا دین کی سمجھ ہے۔

---

10۔ احمد بن حنبل، المسند، (بیروت: دار الفکر، طبع، اول، اشاعت 2001م)، ج28۔ ص295

11۔ (امام سدّی کبیرؒ (متوفی 127ھ) کوفہ کے جلیل القدر تابعی اور مفسر ہیں جن کا اصل نام اسماعیل بن عبد الرحمن ہے۔ آپ سیرت اور تفسیر کے میدان میں صفِ اول کے امام مانے جاتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ امام طبریؒ اور علامہ سیوطیؒ نے غزوات کی تفصیلی روایات میں آپ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔ ائمہِ جرح و تعدیل (مثلاً یحییٰ بن معینؒ) نے آپ کو "ثقہ" قرار دیا ہے، اور آپ کا خاص علمی امتیاز یہ ہے کہ آپ بکھرے ہوئے تاریخی واقعات کو ایک مربوط واقعاتی تسلسل میں بیان کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔)

12۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، (قاہرہ: دار عالم الکتب، 2003ء)، ج2، ص591، زیرِ آیت: 129۔

"وَيُزَكِّيهِمْ" سے مراد انہیں شرک کی نجاست سے پاک کرنا اور طہارت دینا ہے۔"[13]

گویا علامہ سیوطی نے امام طبری کی تفسیر سے یہ یقینی شہادت پیش کی ہے کہ جس عظیم رسول کے لیے دعا کی گئی تھی وہ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۔ دوسری روایت جو یہاں پر امام سیوطی نے نقل کی ہے وہ مسند احمد کی روایت ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں:

"أَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى وُجِبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ"وفي رواية أخرى (أو إضافة) وَأَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَبُشْرَى عِيسَى وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ حِينَ وَضَعَتْنِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ"[14]

"امام احمد نے (اپنی کتاب المسند میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی ان کی تخلیق مکمل نہیں ہوئی تھی)" اور ایک دوسری روایت میں (یا اسی روایت کے دوسرے حصے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور وہ خواب ہوں جو میری والدہ نے میرے پیدا ہونے کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔"

## تبصرہ

لہذا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت جو جامع دعا کی تھی (جو سورۃ البقرہ 129 میں مذکور ہے) وہ صرف ایک وقتی آرزو نہیں تھی بلکہ یہ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے الہامی پیشن گوئی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر مختلف روایات نقل کرتے ہوئے یہ وضاحت پیش کرنے کی کوشش کر رہے کہ آپ ﷺ کی بعثت ہزاروں سالہ نبوی سلسلے کی منطقی تکمیل تھی۔

[13] ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر الطبری)، جلد 2، 579-581۔ (امام محمد بن جریر بن یزید الطبریؒ (ولادت: 224ھ بمقام طبرستان—— وفات: 310ھ بمقام بغداد) عالم اسلام کے مایہ ناز مفسر، محدث، مؤرخ اور فقیہ ہیں۔ آپ کو "امام المفسرین" اور "ابو التاریخ" کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے تحصیلِ علم کے لیے شام، مصر اور عراق کے طویل علمی سفر کیے اور آخر کار بغداد کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ کے علمی کارناموں میں "جامع البیان" (تفسیر طبری) کو تفسیری ادب کا سب سے پہلا اور مستند ترین ماخذ مانا جاتا ہے، جبکہ تاریخ کے میدان میں آپ کی کتاب "تاریخ الرسل والملوک" (تاریخ طبری) عالمِ اسلام کی سب سے معتبر دستاویزی تاریخ ہے۔ آپ ایک مجتہد امام تھے اور آپ کی علمی دیانت اور کثرتِ معلومات کی بنا پر علامہ سیوطیؒ سمیت تمام بعد کے محققین آپ کی روایات کو حرفِ آخر تسلیم کرتے ہیں۔)

[14] احمد بن حنبل، المسند، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، ج14، ص312۔

### ۲۔آپ ﷺ کی آمد اور عیسیٰ کی پیشن گوئی

علامہ سیوطی نے رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے دور میں اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت دی اور فرمایا جس کا نام "احمد" ہوگا۔ یہ بشارت قرآن مجید میں سورۃ الصف میں مذکور ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ "[15]

"اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو میرے سامنے ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا: یہ تو کھلا جادو ہے۔"

### الدر المنثور میں منقول احادیث و آثار

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالماثور میں اس آیت کی تفسیر کے تحت متعدد احادیث و آثار صحابہ نقل کیے ہیں جن میں چند درجہ ذیل ہیں:

۱۔ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں اللہ کا بندہ ہوں ام الکتاب میں اور خاتم النبیین ہوں، اور آدم اپنی مٹی میں تھے۔ میں تمہیں اس کی تاویل بتاتا ہوں میں ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت، اور میری ماں کی وہ رؤیا ہوں جو انہوں نے دیکھی کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"[16]

۲۔دوسری روایت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا واقعہ ہے کہ

"فرمایا رسول اللہ ہمیں حکم دیا کہ ہم جعفر طیار کے ساتھ شاہ حبسہ کی طرف جائے جب وہ جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ نجاشی کے دربار میں گئے تو نجاشی نے ان سے سجدہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا" ہم صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں" نجاشی نے پوچھا" کیوں؟" انہوں نے کہا" اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے وہی رسول جس کی بشارت عیسیٰ ابن مریم نے دی تھی 'میرے بعد ایک رسول آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ اس نے ہمیں اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے اور شرک سے منع کیا ہے۔"[17]

۳۔ تیسری روایت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا:

---

[15]۔القرآن الکریم، الصف: 6:61۔

[16]۔احمد، بوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، المسند لأحمد بن حنبل)، ناشر: مؤسسۃ قرطبہ، قاہرہ، اشاعت، 1988ء)، ج4، ص184۔

[17]سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، (بیروت، مطبع دار الفکر) ج3، صفحہ 145۔

"میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں الحاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے۔ میں الماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ کفر کو مٹادے گا اور میں العاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔"[18]

۴۔ چوتھی روایت جو علامہ سیوطی اس باب میں نقل کیا ہے۔ وہ ابن عباس کی روایت ہے:

"عن ابن عباس قال كان عيسى ابن مريم يقول لبني إسرائيل إنه مكتوب في التوراة أنه سيجيء نبي اسمه أحمد فمن آمن به فقد اهتدى ومن لم يؤمن به فهو ملعون۔" [19]

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے کہا کرتے تھے تورات میں لکھا ہے کہ ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ جس نے ان پر ایمان لایا وہ ہدایت پا گیا اور جس نے انکار کیا وہ ملعون ہوا۔"

## تبصرہ

یہ آیت اور روایات اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے صدیوں پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی آمد کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے نبی کریم ﷺ کو "احمد" کے لقب سے یاد فرمایا جو کہ نبی ﷺ کا ایک مبارک نام ہے۔ الدر المنثور میں علامہ سیوطیؒ نے مختلف طرق سے یہ روایات ذکر کی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو واضح طور پر نبی آخر الزمان ﷺ کے متعلق خبر دی ہے اور ان پر ایمان لانے کی تلقین کی۔ یہ بشارت نہ صرف قرآن کی صداقت پر دلیل ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی آفاقی گواہی بھی فراہم کرتی ہے۔

## یہود کی معرفتِ نبوی ﷺ درمنثور کی روشنی میں

علامہ سیوطیؒ نے اہل کتاب کا رسول اللہ ﷺ کی معرفت کے حوالے سے اللہ تعالی کے ارشاد (جو سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۶ ہے) کے تحت مختلف روایات اور آثار کو نقل کیا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ "[20]

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ نبی ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔"

[18]۔ مسلم، ابن الحجاج القشیری، المسند الصحیح المختصر من السنن (صحیح مسلم) (بیروت: دار إحیاء التراث العربي)، کتاب الفضائل، باب في أسمائه ﷺ،، ج4، ص1828، حدیث نمبر: 2354۔

[19]۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر ال سنن الترمذي، (بیروت: دار الغرب الإسلامی، 1998ء)، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب في فضل النبي ﷺ، ج5، ص588، ح3610۔

[20]۔ القرآن الکریم، البقرۃ: 2: 146۔

## اقوال صحابہؓ

علامہ سیوطی اس ایت کے تحت متعدد صحابہ کرام کے اقوال کو نقل کرتا ہے جس سے اس آیت کے مفہوم اور وضاحت واضح ہو جاتی ہے سب سے پہلے حضرت قتادہؓ کی روایت جس کو کئی مفسرین نے نقل کیا ہے کہ :

۱۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ " اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ "سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں یہ حضور ﷺ کو اپنی کتاب کے ذریعے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔"[21]

۲۔ دوسری روایت بھی حضرت قتادہ کی ہے جس علام سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے

"أخرج ابن جرير عن قتادة في قوله {الذين آتيناهم الكتاب} قال: يعرفون أن البيت الحرام هو القبلة"[22]

"امام ابن جریر رحمہا اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یَعْرِفُوْنَہٗ سے مراد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں بیت الحرام اسی قبلہ ہے۔"

۳۔ تیسرا قول علامہ سیوطی نے ابن جریر سے حضرت ربیعؒ (تابعی) کے حوالے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"وہ جانتے ہیں کہ مسجد حرام ہی وہ قبلہ ہے جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے (لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ) میں حق سے مراد وہ قبلہ ہے"۔[23]

۴۔ چوتھا قول کا امام مجاھد کا ہے جو سیوطی نے ابن حمید اور ابن جریر سے نقل کیا ہے۔

"أخرج عبد بن حميد وابن جرير عن مجاهد في قوله {وإن فريقاً منهم} قال: أهل الكتاب ليكتمون الحق وهم يجدونه مكتوباً عندهم في التوراة والإنجيل "[24]

"مجاہدؒ فرماتے ہیں اس سے مراد اہلِ کتاب ہیں وہ حق یعنی محمد ﷺ کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ ان کا ذکر تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

۵۔ اس طرح علامہ سیوطی نے اس باب میں ایک تفصیلی روایت امام ثعلبی سے السدی الصغیر الکلبی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالی نے اپنی نبی پر یہ آیت نازل فرمائی ( اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ) پس تم اے عبداللہ یہ معرفت کیسی رکھتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا اے عمرؓ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں اس طرح پہچان گیا جس طرح میں اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں جب میں اسے دوسرے بچوں کے ساتھ دیکھتا ہوں اور مجھے اپنے بیٹے کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے

[21]۔ سیوطی، **الدر المنثور**، ج1، ص362۔

[22]۔ طبری، **جامع البیان**، ج3، ص168، ح2268۔

[23]۔ طبری، **جامع البیان**، ج3، ص168، ح2269۔

[24] جلال الدین سیوطی، **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور**، ج1 ، ص148–150۔

حق ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب میں ان کی صفات بیان فرمائی ہیں اور مجھے معلوم نہیں عورتیں کیا کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن سلام اللہ تعالیٰ نے تجھے توفیق بخشی۔"[25]

٦۔علامہ سیوطی نے ایک اور روایت امام طبرانی کے حوالے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ: "جب میں تلاش میں نکلا تو میں اہل کتاب کے راہبوں کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہا کرتے تھے یہ اس نبی کا زمانہ ہے جو عرب کی زمین سے ظاہر ہوگا۔اس کی علامات میں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اُس کے دونوں کندھوں کے درمیان گولی اٹھی ہوئی نبوت کی مہر ہے۔"[26]

**تبصرہ**

علامہ سیوطیؒ نے 'الدر المنثور' میں اہل کتاب کے علماء کی جانب سے نبی اکرم ﷺ کی معرفتِ تامہ کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنی کتب میں موجود جسمانی علامات اور مہرِ نبوت کے شواہد کی بنا پر اپنے بیٹوں سے بھی بڑھ کر پہچانتے تھے، مگر محض حسد اور عناد کی وجہ سے حق کو چھپاتے رہے۔ یہ روایتی مطالعہ داعیانِ دین کو یہ علمی طریقہ سکھاتا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے صرف قرآنی دلائل پر اکتفانہ کریں بلکہ ادیانِ سابقہ کے مستند شواہد اور پیشین گوئیوں سے بھی استدلال کریں تاکہ اہل علم پر حجت تمام ہو سکے۔ نتیجتاً، نبوتِ محمدیؐ کی سچائی ایک ایسی عالمگیر اور غیر متزلزل حقیقت ثابت ہوتی ہے جس کی گواہی تمام آسمانی کتب اور ان کے متبحر علماء نے دی ہے۔

## رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی کا دوسرا دور اور الدر المنثور میں منقول مباحث سیرت

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مکی دور کے بارے میں مختلف آیاتِ کریمہ کے تحت رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے نہایت اہم گوشوں کو روایات اور اقوالِ صحابہؓ کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اعلانِ نبوت کے چوتھے سال جب آپ ﷺ نے اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا، تو اس دور (4 نبوی سے 8 نبوی، دورانیہ تقریباً پانچ سال) میں مختلف اہم واقعات اور حالات سامنے آئے جن کا تفصیلی احاطہ "الدر المنثور" کی روایات میں ملتا ہے۔

اس دور کا سب سے اہم موڑ علانیہ دعوت کا حکم تھا؛ جب اسلام کے ماننے والوں کی ایک چھوٹی جماعت تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے عام کرنے کا حکم دیا۔ اس الٰہی منشاء کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کے تمام قبائل کو جمع کیا اور انہیں توحید باری تعالیٰ اور اللہ کے دین کی طرف بلایا، جو کہ مکی زندگی میں ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

دعوت کے اس علانیہ مرحلے کے آغاز کے ساتھ ہی قریش کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذارسانی کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ مشرکینِ مکہ نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا بلکہ ابتدائی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کر دیے تاکہ انہیں صراطِ مستقیم سے پھیرا جا سکے۔ ان کٹھن حالات میں مسلمانوں کی استقامت سیرتِ طیبہ کا ایک تابناک باب ہے۔

[25] أحمد بن محمد الثعلبي، **الكشف والبيان عن تفسير القرآن**، (دار احياء التراث العربي، بيروت،) سورة البقرة، آية 146۔

[26] سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الكبير**، جلد 6، ص 221–223۔

قریش کے ان ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آکر کچھ مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تاکہ اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ یہ ہجرت اسلام کی تاریخ میں پہلی بڑی ہجرت تھی جس نے ثابت کر دیا کہ اہل ایمان کے نزدیک دین کی حفاظت وطن اور مال و متاع سے کہیں زیادہ مقدم ہے۔

اس دور کا ایک اور المناک پہلو سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) ہے۔ جب قریش نے اپنی تمام تر کوششوں میں ناکامی دیکھی تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے نتیجے میں ان خاندانوں کو "شعبِ ابی طالب" نامی گھاٹی میں قید کر دیا گیا اور ان سے خوراک و تجارت سمیت تمام انسانی تعلقات منقطع کر دیے گئے، جس نے صبر و رضا کی نئی تاریخ رقم کی۔

**اعلانیہ دعوت کا آغاز اور قریش کا شدید ردِ عمل**

اعلان نبوت کے چند سال گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کو اعلانیہ دعوت لوگوں کو دینے کا حکم ملا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے قریب خاندان کے لوگوں کو دعوت دی اس مقصد کے لئے آپ نے ایک طریقہ کار اپنایا۔

**ا۔ کوہِ صفا پر دعوت**

قرآن کریم میں جب یہ آیت نازل ہوئی کے اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے عضب سے ڈراو۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں واضح الفاظ میں دعوت دی۔

"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ "[27]

"اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے۔"

"أخرج البخاري ومسلم عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله) وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ( قال "لما نزلت هذه الآية صعد النبي صلى الله عليه وسلم على الصفا فجعل ينادي يا بني فهر يا بني عدي - لبطون قريش - حتى اجتمعوا فجاء أبو لهب وقريش فقال "أرأيتكم لو أخبرتكم أن خيلاً بالوادي تريد أن تغير عليكم أكنتم مصدقيَّ؟ قالوا ما جربنا عليك إلا صدقاً قال فإني نذير لكم بين يدي عذاب شديد فقال أبو لهب تبًّا لك سائر اليوم ألهذا جمعتنا؟ فنزلت تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" [28]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کے قبائل کو پکارا جس پر ابو لہب سمیت تمام لوگ جمع ہو گئے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں یہ سن کر ابو لہب نے کہا کہ تیرے لیے ہلاکت ہو کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ جس پر اللہ تعالیٰ نے سورت "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" نازل فرمائی۔"

---

[27]۔ القرآن الکریم، **الشعراء**: 214:26۔

[28]۔ محمد بن إسماعيل البخاري. **صحيح البخاري. كتاب التفسير**، سورة الشعراء، دمشق: دار ابن کثیر، طبع 3، 1987م.، رقم الحدیث: 4770

## ۲۔ مشرکین کا آپ ﷺ کا مزاق اڑانا

جب آپ ﷺ نے مکہ والوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو مشرکین مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا اور ان کی دعوت کو جھٹلایا۔ تو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو اس صورت حال میں اپنے فرض منصبی پر توجہ دینے اور اپنی طرف سے مکمل حاظت لایقین دلایا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"فَاصْدَعْ بِمَاتُؤْمَرُوَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ(94) إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ(95)"[29]

"تو جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کھول کر بیان کردیں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں۔ ہم آپ کی طرف سے مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں"

علامہ سیوطی نے سورۃ الحجر کی اس آیت کی تفسیر میں آحادیث مبارکہ سے اس روایت کو بھی نقل کیا ہے جس میں ان لوگوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں جو آپ ﷺ کا مزاق اڑاتے تھے:

"أخرج ابن جرير عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ قال: "هم خمسة من قريش: الوليد بن المغيرة، والعاص بن وائل، والأسود بن المطلب، والأسود بن عبد يغوث، والحارث بن الطلاطلة، فكفاهم الله برسول الله." [30]

ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ "(ترجمہ: یقیناً ہم آپ کی طرف سے ان مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہو گئے) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے پانچ افراد تھے: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبدِ یغوث اور حارث بن طلاطلہ پس اللہ تعالیٰ نے (ان کے شر سے بچانے کے لیے) اپنے رسول ﷺ کی کفایت فرمائی۔

## ۳۔ مشرکین کی سازشیں اور نبی اکرمؐ پر صبر کا حکم

سورہ القلم کے آخری آیت میں مشرکین مکہ کے رسول اللہ کے ساتھ ایک قبیح عمل کا تذکرہ کیا ہے کہ مشرکین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ آپؐ کو نظرِ بد لگانے کی سازشیں کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ "[31]

"اور بیشک کافر جب اس قرآن ک وسنتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ وہ آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ تو یقیناً پاگل ہے۔"

سورۃ القلم کی آیت(51) کے تحت علامہ سیوطی نے عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت ابن عباس اس ایت کی تلاوت فرماتے اور کہتے کہ وہ آپ کی طرف شدت نظر سے دیکھنے کے سبب وہ آپ کو اپنی نظروں سے پھسلا دیں گے۔

---

[29]۔ القرآن الکریم، **التوبۃ**:100:9۔

[30]۔ محمد بن جریر الطبری. **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**. ج14، ص111۔

[31]۔ القرآن الکریم، **القلم**:51:68۔

## ہجرت کا بیان

مسلمانوں کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا صرف ایک جغرافیائی نقل مکانی نہیں تھی بلکہ یہ دراصل دین اسلام کے عملی غلبے اور ایک نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کا اغاز تھا۔اسی طرح مکی دور میں زیادہ تر دعوت وصبر کی تلقین تھی جبکہ مدینہ میں اسلامی معاشرت، سیاست، قانون اور معیشت کی بنیاد رکھیں گئی۔علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر "الدر المنثور" میں اس تاریخی واقعے کو قرآنی آیات کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔اس ہجرت اللہ تعالی نے انصار اور مہاجرین دونوں کے لیے بہت بڑے اجر کا وعدی کیا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ [32]"

"اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور جنہوں نے (انہیں) پناہ دی اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ان کے لیے مغفرت ہے اور باعزت رزق ہے۔"

## غارِ ثور کا واقعہ اور معجزات

ہجرتِ مدینہ کے دوران غارِ ثور کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ پر کامل توکل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان گہرے تعلق کا ایک بے مثال ثبوت ہے۔قریش سے بچنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس غار میں پناہ لی تھی، جہاں اللہ تعالی نے اپنے خصوصی فضل سے ان کی حفاظت فرمائی:

"إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "[33]

"اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کروگے تو بے شک اللہ نے اس کی مدد کی ہے جب اسے کافروں نے نکال دیا تھا، جب وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

علامہ سیوطیؒ نے امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ابن عباس، حضرت علی، حضرت عائشہ بنت ابی بکر، عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے اور ان تمام کی روایات ایک دوسرے میں جمع ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔

---

[32]۔القرآن الکریم، سورۃ الانفال: 74:8۔

[33]۔االقرآن الکریم، لتوبہ: 9:40۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یا أبا بکر ماظنک باثنین اللہ ثالثھما اے ابو بکر! تمہارا کیا خیال ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "إِذْ هُمَا فِي الْغَار[34]" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دونوں غارِ ثور میں تھے۔ اس وقت قریش کے لوگ ان کے تعاقب میں نکلے اور غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ اگر وہ اپنے قدموں کی طرف نظر ڈالتے تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے دہانے پر جالا تن دے اور کبوتری کو حکم دیا کہ وہاں انڈے دے۔ جب مشرکین وہاں پہنچے تو کہنے لگے: اگر یہاں کوئی داخل ہوا ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے ہوتے؟ چنانچہ وہ واپس لوٹ گئے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور حفاظت کا مظہر تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت نازل فرمائی اور یہ سکینت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔[35]

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ سکینت رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں پر نازل ہوئی، کیونکہ دونوں اس وقت ایک ہی حال میں تھے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ خوف دونوں کو لاحق ہو سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اطمینان عطا فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا"

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد ایسے لشکروں سے کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ ان لشکروں سے مراد فرشتے ہیں یا وہ اسباب جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو اندھا کر دیا۔[36]

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی ﷺ کا ساتھی قرار دیا اور اپنی معیت کو دونوں کے ساتھ خاص فرمایا۔ یہی وہ معیت ہے جو نصرت، حفاظت اور مدد پر مشتمل ہوتی ہے۔

## حفاظت خداوندی کے عجیب مناظر

علامہ سیوطی نے وہ روایات نقل کی ہیں جن میں ہجرت کے اس مبارک سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد کا باعث بنیں۔

ا۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا کہ وہ غار کے دہانے پر جالا بن دے، اور کبوتری کو حکم دیا کہ وہاں انڈے دے۔ جب مشرکین وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا: اگر یہاں کوئی داخل ہوا ہوتا تو یہ جالا اور انڈے نہ ہوتے، چنانچہ وہ واپس لوٹ گئے۔[37]

---

[34]۔ القرآن الکریم، **التوبة**: 40:9۔

[35]۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزهري، **الطبقات الكبرى**، (بیروت: دار الكتب العلمية، ط 1، 1410ھ/1990ء)، ج 1، ص 174-177۔

[36]۔ سیوطی، **الدر المنثور**، ج 4، ص 192۔

[37]۔ ابن ابی حاتم، **تفسیر ابن أبي حاتم**، ج 6، ص 1798، ح 10041۔

۲۔امام ابن مردویہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی جان کی فکر نہیں، مگر اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو وحی منقطع ہو جائے گی۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يا أبا بكر ما ظنك باثنين الله ثالثهما"

"یعنی اے ابو بکر! تمہارا کیا خیال ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

۳۔امام بیہقی رحمہ اللہ (دلائل النبوۃ میں) روایت کرتے ہیں کہ جب کفار غار کے دہانے تک پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کی، پس اللہ تعالی نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو سکے، حالانکہ وہ بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔[38]

۴۔امام سیوطی نے بحوالہ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص سکینت اور اطمینان نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا، اور بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ سکینت دونوں پر نازل ہوئی، کیونکہ دونوں ہی اس وقت خوف کی حالت میں تھے۔[39]

۵۔علامہ سیوطی نے امام ابن مردویہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے تو عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! آپ اندر داخل نہ ہوں یہاں تک کہ میں اسے صاف کر لوں"۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے، آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز نہ تھی اور آپ اپنی انگلی سے غار صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

هَلْ أَنْتِ إِلا إِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتِ "صرف تیری انگلی خون آلود ہوئی ہے اور جو کچھ تجھے پیش آیا وہ اللہ تعالی کے راستے میں ہی ہے۔"[40]

۶۔اور روایت بھی ہے جو امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جعدہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھتی جب کہ ہم غار کی جانب اوپر چڑھ رہے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون نکلنے لگا اور میرے قدم تو عادی تھے اور وہ سخت تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے۔[41]

۷۔امام ابن سعد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مصعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ میں نے انہیں یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات رسول اللہ ﷺ غار

[38]۔ بیہقی، **دلائل النبوۃ**، ج2، ص482۔

[39]۔ سیوطی، **تفسیر الدر المنثور**، ج3۔ صفحہ 737۔

[40]۔ابن مردویہ، **تفسیر القرآن**، سورۃ التوبہ، آیت 40۔

[41]۔ایضا

میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اگ آیا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ ﷺ کے سامنے ایک جالا تن دیا اور آپ ﷺ کو چھپا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا تو وہ غار کے منہ پر رہنے لگے۔ قریش کے ہر قبیلے سے نوجوان اپنی لاٹھیاں، تلواریں اور نیزے وغیرہ لے کر آگئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حضور ﷺ سے چالیس قدم کے فاصلے پر تھے تو ان میں سے ایک نیچے اترا اور اس نے غار میں دیکھا اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا۔ انہوں نے اسے کہا: تجھے کیا ہوا تو نے غار میں نہیں دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا ہے جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ سب حضور ﷺ نے سن لیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان سے اذیت دور کر دی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کبوتروں کو جزا عطا فرمائی کہ وہ حرم پاک میں رہنے لگے اور حرم پاک کے تمام کبوتر اسی جوڑے سے پیدا ہوئے۔[42]

۸۔ امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ میں کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جب آپ ﷺ غار میں تھے تو آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا: "غار کے سامنے والے حصے کی طرف جاؤ اور پی لو"۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کی طرف گئے اور وہاں سے ایسا مزیدار پانی نوش فرمایا جو شہد سے زیادہ میٹھا اور لذیذ تھا، دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ تھی۔ پھر لوٹ کر واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مقرر فرشتے کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ جنت الفردوس کی ایک نہر کو غار کے سامنے کھول دے تاکہ تم اس سے پانی پی لو۔[43]

۹۔ اسی طرح امام ابن مردویہ رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابو بکر میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے" پس تم اس سے اسے پہچان لو۔ "پس اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اس مسجد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا تمام کھڑکیاں بند کر دو"۔[44]

۱۰۔ علامہ سیوطیؒ نے امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" میں غار سے مراد وہ غار ہے جو اس پہاڑ میں ہے جس کا نام ثور ہے۔[45]

۱۱۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے ام المومنین حضرت عائشہ کا ایک قول امام ابن مردویہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے ایک قوم کو حراء پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے پوچھا: یہ لوگ حراء میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ غار جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روپوش ہوئے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

---

[42]۔ ابن سعد، **الطبقات الکبری**، (بیروت: دار صادر)، ج1، ص229۔

[43]۔ ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن، **تاریخ دمشق**، تحقیق: عمرو بن غرامۃ العمروی، (بیروت: دار الفکر، 1415ھ/1995ء)، ج30، ص150۔ (امام ابن عساکر نے خود اس کی سند پر کلام کیا ہے، تاہم اسے فضائل اور تاریخی واقعات کے ضمن میں اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔)

[44]۔ سیوطی، **تفسیر الدر المنثور**، ج3، صفحہ 739

[45]۔ عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، **تفسیر عبد الرزاق**، تحقیق: محمود محمد عبدہ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط1، 1419ھ/1999ء)، ج2، ص149۔ (امام عبد الرزاق الصنعانی (متوفی 211ھ) کی یہ تفسیر قدیم ترین تفسیری ماخذ میں شمار ہوتی ہے۔)

نے فرمایا: وہ حراء میں روپوش نہیں ہوئے تھے بلکہ جبل ثور میں روپوش ہوئے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی بھی اس غار کے محل کو نہیں جانتا تھا کیونکہ وہ دونوں ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اور عامر بن فہیرہ جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ اس کو جانتا تھا کیونکہ وہ جب اپنا ریوڑ چرانے کے لیے نکلتا تو ان دونوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں دودھ پیش کرتا۔[46]

امام سیوطی نے بحوالہ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں رہے۔[47]

## ہجرت کے باب میں حضرت عائشہ کی تفصیلی روایت

اسی طرح علامہ سیوطی نے ہجرت کے باب میں ایک طویل حدیث کے حوالے سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی نہیں پایا مگر اس حال پر کہ وہ دونوں دین اسلام کے پیروکار تھے۔ اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرتا تھا مگر اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ ہر دن صبح و شام ہمارے گھر تشریف لاتے۔ جب مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ جب برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ آپ سے ملا۔ اس نے پوچھا: اے ابو بکر! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے سو میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ تو ابن الدغنہ نے کہا: بلاشبہ آپ محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی عزت افزائی کرتے ہیں، میں آپ کا پڑوسی ہوں، آپ کو پناہ دیتا ہوں۔

چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کو قبول کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا۔ اور انہوں نے ابن دغنہ کو کہا: کہ ابو بکر کو کہاں کے وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں۔ اس میں جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے تلاوت کریں۔ اور وہ ہمیں اذیت نہ پہنچائے۔ اور نہ ہی اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھے اور قران کی تلاوت میں مشغول ہو۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا کچھ وقت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی۔ اور آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے اور اظہارِ تعجب کرتے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ اپنے آنسوؤں کے سیلاب کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی شے نے قریش کے سرداروں کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب کر دیا۔ پس انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے ابو بکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے۔ لیکن اس نے

---

[46]۔ سیوطی، **تفسیر الدر المنثور**، جلد 3، صفحہ 739۔

[47]۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، **المصنف**، تحقیق: حمد بن عبداللہ الجمعہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان، (مدینہ منورہ: مکتبۃ الرشد/مکتبۃ الزمان)، ج 7، ص 345۔

اس سے تجاوز کیا ہے اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔اور وہاں وہ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھتا ہے اور ہمیں یہ خدشہ اور خوف ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پس اگر وہ یہ پسند کرے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کو صرف اپنے گھر تک ہی محدود رکھے گا تو پھر ایسا کرے۔اور اگر وہ یہ تسلیم نہ کرے اور اعلانیہ عبادت پر مصر ہو تو پھر اسے بتادیجیے کہ وہ تمہاری ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈال دے گا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو توڑنا بھی ناپسند کرتے ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلانیہ عمل کو قبول بھی نہیں کر سکتے۔

ابن الدغنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو بکر! تم جانتے ہو کہ میں نے جس شرط پر تمہارے لیے معاہدہ کیا تھا، پس اگر تم اس کے پابند ہو تو وہ قائم ہے۔ورنہ میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں میں نے ایک آدمی کے اس معاہدے میں بے وفائی کی ہے جو میں نے اس کے لیے کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی پناہ پر ہی راضی اور خوش ہوں۔ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا: مجھے تمہارا ارادۂ ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے کھجوروں والی ایک دلدلی زمین دیکھی ہے جو لابتین (سیاہ پتھروں والی زمین کے دو قطعوں) کے درمیان ہے۔یہی حرتان کہلاتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرمادیا تو پھر جنہوں نے ہجرت کی انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہی ہجرت کی اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا صبر کیجیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ بھی یہ امید رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سنگت کے لیے اپنے آپ کو روک لیا۔ آپ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں آپ انہیں چار ماہ تک ببول کے پتوں کا چارہ ڈالتے رہے۔ پس اسی اثناء میں ہم ایک دن اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا۔اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کبھی بھی ہمارے پاس تشریف نہیں لائے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

اس ساعت میں بغیر حکم کے تشریف نہیں لا رہے۔اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے اور اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور آپ ﷺ اندر قدم رنجہ فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ جوں ہی اندر تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے پاس سے دوسروں کو نکال دیجیے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ قربان، یہ سب آپ کے اہل ہیں؟ (یعنی گھر والے ہی ہیں)۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا: مجھے یہاں سے خروج (ہجرت) کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا مجھے آپ کی رفاقت نصیب ہو گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمن (قیمت) کے عوض۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: پس ہم نے دونوں کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کی۔ اور ہم نے دونوں کے لیے سفر کا توشہ ایک چمڑے کے برتن میں ڈالا اور حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار بند (کمر بند) کو کاٹا اور اس کے ساتھ اس برتن کے منہ کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذات النطاقین" (دو پٹکوں والی) کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے جس پہاڑ کا نام ثور ہے اور تین راتیں دونوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آتے تھے۔ وہ نوجوان، معاملہ فہم اور انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی تھے۔ وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے چلے جاتے تھے اور قریشِ مکہ کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے جیسے وہیں رات گزاری ہو۔ وہ مکہ میں جو بات بھی آپ ﷺ کے متعلق سنتے تھے اسے یاد کر لیتے، یہاں تک کہ اس کی خبر ان تک (غار میں) پہنچا دیتے جب اندھیرا چھا جاتا تھا۔

ان کے قریب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اپنا ریوڑ چراتا تھا۔ پس جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو وہ ان میں سے دودھ والی بکریاں آپ کو پیش کرتا تھا۔ وہ دونوں اپنے مقام میں رات گزار رہے ہوتے یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے میں دونوں کو آواز دیتا۔ وہ تینوں راتیں اسی طرح کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ اس کا تعلق بنی عبد بن عدی سے تھا۔ وہ راستے کی راہنمائی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ حالانکہ وہ کفارِ قریش کے دین پر تھا۔ مگر ان دونوں نے اس پر بھروسہ کیا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد انہیں غارِ ثور میں لانے کا اس سے وعدہ لیا۔ پس تیسری رات کی صبح وہ دونوں سواریوں کو لے کر آ گیا اور وہاں سے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور وہ راہبر بھی تھا۔ اس نے ان کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جو کہ ساحل کا راستہ تھا۔[48]

## سراقہ بن جعشم کا تعاقب

علامہ سیوطی نے زہری کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے عبدالرحمن بن مالک مدلجی جو کہ سراقہ بن جعشم کا بھتیجا ہے نے بتایا کہ سراقہ نے کہا: کفارِ قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور بتایا کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کو پکڑ کر لائے گا اسے ہر ایک کے بدلے سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا ان کی دیت (سو اونٹ) اس کے لیے ہو گی۔ پس اس اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی آیا ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند لوگوں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ سراقہ نے کہا: میں نے پہچان لیا کہ یقیناً وہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ چل پڑے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر اٹھ

---

[48] ۔ بخاری، **صحیح البخاری**، ج5، ص54، (ح3905)؛ سیوطی، **الدر المنثور**، ج4، ص190۔ • امام سیوطی نے یہ روایت امام عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ سے بھی نقل کی ہے)

کر اپنے گھر گیااور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے کی جانب لے چلے اور وہاں اسے روک رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایااور گھر کی پچھلی جانب سے نکلا۔

زمین کواپنے نیزے سے چھید تارہااور نیزے کی اوپر والی جانب کو نیچے کی جانب کیا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ پس میں اس پر سوار ہوااور اسے خوب تیزی سے دوڑایا۔اس نے مجھے اتنا قریب پہنچادیایہاں تک کہ میں نے ان کا نشان دیکھ لیا۔ پس جب میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ آواز انہیں سنائی دینے لگی۔ تو میرا گھوڑا لڑکھڑا گیااور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اٹھااور اپناہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایااور اس سے فال کا تیر نکالا۔اس کے ذریعے یہ غور وفکر کرنے کی کوشش کی کہ آیامیں انہیں کچھ ضرر پہنچاسکوں گا یا نہیں؟

لیکن اس سے ایسا تیر نکلاجو مجھے قطعاً پسند نہ تھا یہ کہ میں انہیں کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا۔ یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی قرآت سننے لگااور حال یہ ہے کہ آپ ﷺ ادھر ادھر التفات نہیں فرماتے۔اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے تمام اطراف میں دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ پس اس وقت میرے گھوڑے کے آگے والے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر اسے کھینچا، وہ اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں کا نکلنا قریب نہ تھا۔ پس جب اس کی ٹانگیں سیدھی ہو گئیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر لگام کا نشان ہے جو دھویں کی صورت میں آسمان کی جانب پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے پھر تیر نکالا لیکن وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا کہ میں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاسکوں گا۔

لہذا میں نے انہیں امان کے لیے آواز دی۔ سو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوااور ان کے قریب آ پہنچا۔ جب میں ان سے ملا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں انہیں قید نہیں کر سکوں گا۔ بلاشبہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا حکم غالب آجائے گا۔

پھر میں نے ان سے کہا: کہ آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں سفر کے متعلق کچھ بتایا۔اور جو لوگ ان کا ارادہ رکھتے تھے ان کے بارے آگاہ کیا اور اپنا کھانا اور کچھ سامانِ سفر انہیں پیش کیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کوئی شے نہ لی اور نہ مجھ سے کسی کے بارے پوچھا۔ مگر صرف یہ کہ ان کا معاملہ مخفی رکھوں، کسی پر اظہار نہ کروں، پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جس میں امان کا وعدہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دے دیا اور پھر چلے گئے۔ [49]

**خلاصہ بحث**

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کے آخری پانچ سال (48 نبوت سے 53 نبوت) آزمائشوں کی شدت اور نصرتِ الٰہی کے حسین امتزاج کا دور ہیں۔اس عرصے میں حضرت ابو طالب اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نے جہاں آپ ﷺ کو ذاتی طور پر غمگین کیا، وہاں مشرکین کے سامنے آپ ﷺ کی ظاہری حمایت کے ستونوں کو بھی متاثر کیا۔

[49]۔ بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الهجره، باب الهبرة النبی و اصحابه، حدیث: 3905، ج5، صفحہ 13۔

انہی کٹھن حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سفرِ معراج کے بے مثال معجزے سے سرفراز فرمایا، جو ایک بیداری کا جسمانی و روحانی سفر تھا۔ "الدر المنثور" کی روایات کے مطابق، اس سفر میں آپ ﷺ نے مسجدِ اقصیٰ میں انبیاء کی امامت فرمائی اور پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی حاصل کی، جہاں آپ ﷺ کو قربِ خاص سے نوازا گیا اور امت کے لیے پنجگانہ نماز کا عظیم تحفہ عطا ہوا۔

اس دور کا دوسرا اہم ترین واقعہ ہجرتِ مدینہ ہے، جو محض ایک جغرافیائی نقل مکانی نہیں بلکہ ایک مستقل اسلامی ریاست اور نظامِ عدل کی بنیاد ثابت ہوا۔ غارِ ثور میں قیام کے دوران مکڑی کے جالے، درخت کے اچانک اگ آنے اور کبوتروں کے جوڑے جیسے معجزات نے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور ان کے رفیقِ غار حضرت ابو بکر صدیقؓ کا خود محافظ ہے۔ سراقہ بن جعشم کے تعاقب میں ناکامی اور اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جانے کے واقعے نے نبوت کی ازلی سچائی کو مزید واضح کر دیا۔

بالآخر نبوت کے تیرہویں سال آپ ﷺ کا مدینہ منورہ اور مسجدِ قباء میں تشریف لانا مکی دورِ ابتلاء کے اختتام اور ایک عالمگیر اسلامی تہذیب کے آغاز کا سنگِ میل ثابت ہوا۔ "الدر المنثور" کی یہ روایات ثابت کرتی ہیں کہ ہجرت اور معراج کے یہ دونوں واقعات وحیِ الٰہی کی براہِ راست رہنمائی میں طے پائے اور انہوں نے اسلام کے مستقبل کے لیے ایک مضبوط سیاسی، سماجی اور روحانی اساس فراہم کی۔

## نتائج بحث

اس مقالہ سے درج ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

1. علامہ سیوطیؒ نے اپنی تفسیر میں صرف قرآن، سنت، اور اقوالِ صحابہ و تابعین پر بھروسہ کیا تاکہ عقل پر مبنی تفسیر (تفسیر بالرأی) کے بجائے مستند روایات کے علم کو زندہ کیا جاسکے۔
2. انہوں نے قدیم تفاسیر کی روایات کو ایک جگہ جمع کیا اور طویل اسناد (راویوں کی فہرست) کو حذف کر کے صرف اصل کتاب کا حوالہ دیا تاکہ قارئین کے لیے مطالعہ آسان ہو جائے۔
3. سیوطیؒ کا انداز محدثانہ ہے، جس میں انہوں نے سیرت کے واقعات (جیسے ہجرت اور دعوت) کو محض قصہ نہیں بنایا بلکہ انہیں متعلقہ قرآنی آیات کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے۔
4. الدر المنثور مکی سورتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی ابتدائی زندگی، نبوت کی بشارتوں، اور قریش کے مظالم کے خلاف آپ ﷺ کی جدوجہد کو مستند روایات کی روشنی میں واضح کرتی ہے۔
5. یہ تفسیر سیرتِ نبوی ﷺ کو قرآنی تناظر میں سمجھنے کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے، جو جدید دور کے سیرت نگاروں اور محققین کے لیے ایک قیمتی علمی خزانہ ہے۔